Fikr-o-Nasar (Islamabad) 25:4 (1988)

کتب خانہ اسکندریہ ۔ ایک تاریخی جائزہ

محمد فاضل بلوچ

سکندر اعظم نے ۳۳۲ ۔ ۳۳۳ ق م میں سرزمین مصر کو فتح کیا ۔ اور دریائے نیل کے ڈیلٹے (Delta) پر مصر کا ایک نیا دار الخلافہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا ۔ اس شہر کے لئے جھیل ماریٹس (Mareotis) اور سمندر کی درمیانی پٹی(STRIP) کا انتخاب کیا گیا ۔ یہ جگہ مصر کے ایک قدیم شہر کانویس کے قریب تھی اور اس نئے شہر کا نام اسکندریہ رکھا جب اس کے چوکوں اور سڑکوں کے نشانات ڈالتے ڈالتے کھریا ختم ہوگئی تو سکندر کے ساتھیوں نے آٹے سے نشان ڈالنے شروع کیئے جس پر کسی نے پیشین گوئی کی کہ اس جدید شہر اسکندریہ کا مستقبل نہایت شاندار اور درخشاں ہوگا ۔ (۱) ہر چند سکندر نے شہر کی حدود کا تعین کیا، بڑی بڑی گلیوں اور اھم مراکز اور عبادت گاھوں کی جگہ مخصوص کی لیکن موت نے اسے اپنے منصوبہ کی عملی تعبیر کو دیکھنے کا موقعہ نہ دیا ۔ تاھم اس کے پانچ قابل ترین امراء (Chieftain) میں سے بطلیموس (Ptolemy) نے اسکندریہ کے نام پر شہر کی تعمیر کی ۔

بطلیموس بن لاگس (Logus) ایک عملی انسان تھا اور علم و ادب کا دلدادہ تھا اس نے ۳۲۳ ق م میں مصر میں بطور جانشین سکندر اعظم حکومت قائم کی لیکن ۳۰۴ ق م خود مختار بادشاہ بن بیٹھا اور سوٹر (Soter) کا لقب اختیار کیا ۔ بطلیموس اول کے عہد ھی میں اسکندریہ علم و حکمت کا مرکز بن گیا ۔

کسی ملک کی تعمیر و ترقی کے لئے باصلاحیت اور مروجہ علوم سے آراستہ افرادی قوت کا ھونا ناگزیر ھوتا ہے اس لیے بطلیموس اول نے یونان اور ریاست مقدونیہ سے مخصوص ھنر اور علم سے لیس افراد کو اسکندریہ ھجرت کر آنے کی دعوت دی جن دانشوروں نے دعوت قبول کی ان میں سے حساب دان اقلیدس (Euclidus) مشہور شاعر کالی ماخوس (Callimachus) اور سیاست دان دیموٹیرس قابل ذکر ھیں۔

دیموٹیرس کی تجویز پر ھی بطلیموس نے میوزیم اور کتب خانہ قائم کیا ۔ بطلیموس نے کتب خانہ میں کام کرنے والے علماء کو مالی امداد دے کر فکر معاش سے آزاد کر دیا تھا اور وہ علماء ھر وقت یونانی علوم و فنون کو قلمبند کرنے میں مصروف رھتے تھے ۔

بطلیموس اول اور دیموٹیرس دونوں کتابوں کے جمع کرنے میں بڑے حریص واقع ھوئے ۔ صرف بارہ سال کے عرصہ میں دیموٹیرس نے پیپائرس کے تقریباً دو لاکھ رولز جمع کیے ۔(۲) القفطی لکھتا ہے کہ ,, بطلیموس فیلاڈلفوس علوم و فنون کا گرویدہ تھا ۔ اس نے ایک شخص زمیرہ کو جمع کتب کے کام پر لگایا ۔ چنانچہ اس شخص نے بڑی تلاش و طلب اور زرکثیر صرف کرکے ۵۴۱۲۰ کتابیں جمع کیں ۔ بادشاہ نے کتابوں پر نگاہ ڈالی تو بہت خوش ھوا ۔ اور پوچھنے لگا کہ

کیا دنیا میں کوئی ایسی کتاب ہے جس کی نقل یہاں موجود نہ ہو ؟ زمیرہ نے کہا هزاروں بلکه لاکھوں سندھ ، ھند ، ایران ، جرجان ، بابل، موصل اور روم میں کتابوں کے بڑے بڑے خزانے ھیں جن کے مقابلے میں ھمارے کتب خانے کی کوئی حقیقت نہیں ـ بادشاه (وسعت علم پر) حیرت زدہ ھو گیا اور کہا تلاش و حصول کتب کا کام ھر قیمت پر جاری رکھو، یه کام اس بادشاہ کی ساری زندگی میں جاری رہا اسکی وفات کے بعد اسکے خلفاء ان کتابوں کی حفاظت کرتے رھے(۳) یہی وجہ ہے کہ بہت تھوڑے عرصه میں کتب خانه کی عمارت ناکافی ثابت ھوئی اور (Sarapeion) میں ایک نیا معاون کتب خانه قائم کیا گیا ـ جس کیلئے بڑے کتب خانے سے ۴۲۸۰۰ رولز منتقل کئے گئے(۴)ـ تیسری صدی قبل مسیح تک کتب خانے میں ۴۰۰۰۰۰ رولز کا ذخیرہ تھا اور جو لیس سیزر نے جب ۴۷ء میں کتب خانه دیکھا تو رولز کی تعداد ۷۰۰۰۰۰ تھی اور اگر کلوپٹرہ نے مارک انتھونی (Marc Antony) کا وعدہ کردہ دو لاکھ رولز کا تحفه وصول کیا تھا تو پھر اسکندریه کے کتب خانه کا کل ذخیرہ ۹۰۰۰۰۰ رولز پر مشتمل تھا ... لیکن به ایں ھمه اسکندریه کے کتب خانے کا ذخیرہ موجودہ دور کی ۱۰۰۰۰۰ جلدیں یا پھر ۱۲۵۰۰۰ جلدوں کے برابر تھا (۵) ـ

اس وقت کی مہذب دنیا کے ھر حصه سے زر خطیر خرچ کرکے کتابیں منگوائی جاتی تھیں ـ یونان اور رھوڈز (Rhodes) کے بازاروں سے کتابیں خرید کی جاتی تھیں ـ ڈیورنٹ اپنی کتاب ,, دی لائف آف گریس،، میں بیان کرتا ہے که لوگ دور دور سے پرانے نسخے اسکندریه کی لائبریری میں منه مانگے داموں فروخت کرتے تھے (٦) ـ کتابیں جمع

کرنے کے شوق نے بطلیموس کو ناجائز حربوں سے کام لینے پر بھی مجبور کیا ۔ چنانچہ اسکندریہ کی بندرگاہ سے جو بھی جہاز گزرتا تھا اس کی تلاشی لی جاتی تھی اور دستیاب کتب کی نقول تیار کی جاتی تھیں ۔ اصل کتب خانے میں محفوظ کر لی جاتی تھیں اور ان کی نقول مالکان کے حوالے کی جاتی تھیں (۷) ۔

مشہور ہے کہ بطلیموس سوم نے یونان کے شاہی کتب خانہ سے سکائی لس (Acxhylus) ، سوفوکلس (Sophocles) اور یوری پیدس (Euripides) کی تصانیف مستعار لیں لیکن کتابیں واپس کرنے کی بجائے نقول روانہ کیں اور اس دور کے پندرہ تالنت (Talents) کی موجودہ دور (کے ۴۵۰۰ ڈالر کی مساوی) زرضمانت سے دستبردار ہو گیا ۔ بعد ازاں جب یونان میں قحط پڑا تو قحط کے دنوں میں یونان غلہ اس شرط پر بھیجا جاتا تھا کہ وہاں سے اسکیولس سوفوکلیکس اور یوروپیڈس کی تصانیف اسکندریہ کے کتب خانہ کو منتقل کر دی جائیں گی (۸) ۔

اسکندریہ کا کتب خانہ اپنے دور کا قومی کتب خانہ تھا چنانچہ اس میں یونانی زبان میں تخلیقی ادب اور علوم جمع کیے گئے تھے اور پھر اس اصول کو بھی تسلیم کیا گیا تھا کہ قومی کتب خانے میں دیگر اقوام کے قومی ادب کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ہونا چاہیئے ۔ چنانچہ یونانی ادب و علوم کے مختلف اشاعتوں کے ساتھ ساتھ دیگر علوم کی کتابوں کو بھی جمع کیا گیا چنانچہ مینتھو کی تاریخ مصر (Monetho) بروسس کی تاریخ بابلی (Berossos History of Babylon) میوزیم میں موجود تھی لیکن یونانی علماء اسے اپنی زبان میں لکھتے تھے ۔

نقل نویس ادب عالیہ کو نقل کرنے میں مصروف رہتے تھے لیکن طباعت کی سہولت موجود نہ تھی اس لئے نقول تیار کرتے وقت غلطیوں کا قوی احتمال ہوتا تھا اس لیے قابل ترین نقل نویسوں کو مقرر کیا جاتا جنہیں احتیاط سے لکھنے کی ہدایت کی جاتی اور جتنی سطریں لکھتے اتنی رقم ادا کی جاتی تھی۔

کتب خانے کے ذخیرہ میں اضافہ کا باعث ایک اور ہمعصر کتب خانہ پرگامم سے سبقت لے جانے کا جذبہ بھی تھا۔ چنانچہ (Eumenes-II) کے عہد (۱۹۷-۱۵۹ ق م) میں جب ہر دو کتب خانوں کے ذخیرہ کا موازنہ کیا گیا تو دونوں کی تعداد برابر برابر رہی جس پر بطلیموس نے پر گامم کو پپائرس کی رسد بند کر دی۔

جہاں تک کتب یا رولز کے سائز کا تعلق ہے ایک رول زیادہ سے زیادہ پینتیس (۳۵) فٹ لمبا ہوتا تھا جبکہ عموماً رولز ۲۰ سے ۲۳ فٹ لمبے ہوتے تھے جب ایک رول کو لپیٹا جاتا تو اس کی موٹائی ۲ سے اڑھائی فٹ تک پہنچتی تھی جسے ہاتھ سے تھامنا آسان تھا اور رول کی اونچائی ۸ سے ۱۲ انچ تک ہوتی تھی۔

تنظیم

کتابیں چونکہ رولز کی صورت میں تھیں اس لیے عمودی صورت میں رکھی نہیں جا سکتی تھیں بلکہ افقی حالت میں دیواروں میں نصب لکڑی کے خانوں (Pigeon—hole) میں رکھی جاتی تھیں۔ ہر رول کے آخر میں دھاگہ (Purple tag) لٹکا ہوتا تھا جو ہر رول کے عنوان اور پہلی سطر کو واضح کرتا تھا۔ قیمتی اور نادر رولز کو مزید کسی صاف رولز میں لپیٹا جاتا تھا جو غالباً کتاب کا

سرورق کا پہلا تصور تھا ـ بعض چمڑے سے تیار شدہ اور سونے سے مزین تھیلے جو صندوقوں کی مانند تھے کتابوں (رولز) کو محفوظ کرنے یا ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کا کام دیتے تھے ـ

اسکندریہ کے کتب خانہ کا مواد ارسطو کی لائبریری کی طرح پانچ مضامین یا پانچ اقسام (Classes) میں تقسیم تھا ـ (۱) نظم (۲)تاریخ (۳)فلسفہ (۴)خطابت (۵)متفرق مواد ـ لیکن جوں جوں کتب خانے کا ذخیرہ بڑھتا گیا یہ پانچ بنیادی اقسام (Classes) میں توسیع ہوتی گئی حتی کہ یہ درجہ بندی ۱۲۰ مضامین تک پہنچی (۹) ـ

بعض محققین کے مطابق کتب مندرجہ ذیل آٹھ اقسام میں منقسم تھیں ـ (۱) ڈرامہ (۲) رزمیہ (۳) شاعری (۴) قانون (۵) فلسفہ (٦)تاریخ (۷)خطابت (۸)علم الکلام اور متفرق ـ یہ کتبخانہ بنیادی طور پر ادبی نوعیت کا تھا اس لیے بظاہر سائنسی مضامین کی کوئی تقسیم موجود نہ تھی ـ تاہم سائنسی علوم کو غالباً چوتھی یا آٹھویں تقسیم میں جگہ دی جاتی تھی ـ اور ان میں بعض (Classes) میں کتابوں کو تاریخی تسلسل اور بعض کو مضمون یا حروف تہجی کی ترتیب سے مرتب کیا جاتا تھا (۱۰) ـ

کیٹلاگ ـ اسکندریہ لائبریری کا کیٹلاگ کالیمکس (Callimachus) نے تیار کیا ـ یہ سائرینی (Cyrene) شہر کا باشندہ تھا اور گرائمر کا استاد تھا ـ بطلیموس دوم سے ۳٦۰ ق م میں متعارف ہوا اور ۳۴۰ ق م بطور لائبریرین مقرر ہوا ـ اس کا تیار کردہ کیٹلاگ (Pinakes) کے نام سے مشہور ہے ـ پنیکس (Pinakes) کے معنی کیٹلاگ کے ھیں کالیمکس نے ایک قسم کا مضفی کیٹلاگ تیار کیا جس میں اس وقت کے تمام

یونانی ادب کا اندراج تھا (۱۱) ـ یہ کیٹلاگ ھی نہ تھا بلکہ قدیم دنیا کے معلوم شدہ علوم یا کتابوں کی کتابیات تھی اس کے اندراج کے لئے ۱۲۰ رولز صرف ھوئے تھے (۱۲) ـ یہ اسکندریہ کے کل ذخیرہ میں پانچویں حصہ کا کیٹلاگ تھا اس کا کوئی جزو نہیں مل سکا ـ کالیمکس کو کتابیات کا باوا آدم سمجھا جاتا ہے (۱۳) ـ

لائبریرین ـ زمانہ قدیم میں لائبریرین موجودہ دور کے لائبریرین حضرات جیسے نہیں تھے بلکہ بیک وقت بہت بڑے ادیب ، ماھر لسانیات ، مدیر ، لغت دان ، مؤرخ ، فلسفی اور شاعر ھوتے تھے ـ اسکندریہ لائبریری کے مندرجہ ذیل لائبریرین تھے ـ

۱ ـ دیموٹرس آف فلارون ۲۸۴ ق م	Demtrios of Phaleron.
۲ ـ زینو ڈوٹس آف ایفی سوس ۲۸۴ ـ ۲٦۰ ق م	Zenodotus of Ephesos
۳ ـ کالی ماخوس آف سائیرینی ۲٦۰ ـ ۲۴۰ ق م	Callimachos of Cyrene
۴ ـ اپولونس آف رھوڈز ۲۴۰ ـ ۲۳۵ ق م	Apollonis of Rhodos
۵ ـ ایراٹوش تھینس آف سائرینی ۲۳۵ ـ ۱۹۵ ق م	Eratosthenes of Cyrene.
٦ ـ ارسطو فانیس آف بیزنطین ۱۹۵ ـ ۱۸۰ ق م	Aristophanes of Byzantion.
۷ ـ اپالونس ایڈوگرافس ۱۸۰ ـ ۱٦۰ ق م	Apollonios Eidographos.
۸ ـ ارسطارچوس آف ساموتھریس ۱٦۰ ـ ۱۴۵ ق م	Aristarchos of Samothrace

کتب خانے کی تباھی

یہ شاندار کتب خانہ صدیوں تک علم و حکمت کا مینار رھا ـ اور پھر (ھر کمالے را زوالے) کے مصداق زوال پذیر ھوا ـ سب سے پہلے اس کتب خانے کو اس وقت نقصان پہنچا جب جولیس سیزر کے

سپاهیوں نے ۴۷ ق م میں اس کے ایک حصے بروچن (Brucheion) کو دانستہ یا غیر دانستہ طور پر آگ لگا دی (۱۴) ۔ یہی حصہ ایک اور رومی شہنشاہ ایورلین (Aurelian) ۲۷۹ ـ ۲۷۵ ق م کے ہاتھوں پھر تباهی سے دوچار ہوا ۔ (۱۵) تاہم اس کا دوسرا حصہ سراپیم (Serapeum) ہر قسم کی تباهی اور نقصان سے ۳۹۰ ء تک محفوظ رہا لیکن ۳۹۱ ء میں عیسائیوں نے اس لیے تباہ کر دیا کہ ان کے نزدیک اس کتب خانے کا علمی مواد کفر پر مبنی تھا (۱۶) ۔

کتب خانے کی تباهی کا ایک احتمال یہ بھی ہے کہ رومن حملہ آور کتابیں اپنے ساتھ لے گئے ہوں۔ تاہم لائبریری کے سب سے بڑے دشمن عیسائی تھے نہ کہ رومی ۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ چوتھی صدی عیسوی میں یہ کتب خانہ ، اسکندریہ کے بشپ تھیوفلیس (Theophiles ۴۱۲ ـ ۳۸۵) کے حکم سے شنہشاہ تھیوڈوسس اعظم (۳۷۹ ـ ۳۹۵ء) کے ہاتھوں تباہ ہوا (۱۷) ۔

چنانچہ شاندار کتب خانہ رومیوں اور عیسائیوں کے ہاتھوں تباہ ہوا اور بقول شبلی نعمانی ,, بڑے بڑے پیشوا بانی مذہب اس کی بربادی میں شریک تھے اس وقت تو یہ امر فخر کا باعث تھا لیکن جب کسی قدر تہذیب و شائستگی کا زمانہ آیا تو یورپ نے دیکھا کہ اس کے دامن پر بہت بڑا بدنما داغ ہے ، اس کے مٹانے کی اس کے سوا اور کوئی تدبیر نہ تھی کہ یہ الزام کسی دوسری قوم کے سر منڈھا جائے ،،(۱۸) ۔ چنانچہ مسلمان مورخین کے بلا تحقیق انداز میں لکھنے اور یورپی مصنفین کے تعصب کی بنا پر یہ الزام فاتحان اسلام کے نام منسوب کر دیا گیا ۔

اینڈریو کرسچئن اور دیگر یورپین مصنفین جنھوں نے اس واقعہ کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ، انھوں نے سند کے طور پر حاجی خلیفہ عبداللطیف بغدادی اور مقریزی ، کا نام لیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مصنفین/مؤرخین نہایت معتبر ھیں اور ان کی شہادت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ۔

حقیقت یہ ہے کہ عبداللطیف بغدادی نے ٦۰۳ ھ میں اپنی تصنیف ,, کتاب الافادہ والاعتبار فی الامور المشاھدہ والحوادث المعانیہ بارض مصر ،، میں یہ لکھا ہے : ـ

,, ویذکر ان ھذا العمود من جملة اعمدة کانت تحمل رواق ارسطاطالیس الذی کان یدرس بہ الحکمة وانہ کان دار علم وفیہ خزانة کتب حرقھا عمرو بن العاص باشارة عمر بن الخطاب،، .

اور کہا جاتا ہے کہ یہ ستون منجملہ ان ستونوں کے ھیں ہے جس پر وہ چھت قائم تھی جو ارسطو کا رواق تھا اور جہاں ارسطو حکمت کا درس دیا کرتا تھا اور یہ کہ وہ دارالعلم تھا اور اس میں کتب خانہ تھا جس کو عمرو بن العاص نے عمر بن خطاب کے اشارے سے جلایا (۱۹) ـ

مقریزی نے من و عن عبداللطیف بغدادی کے الفاظ بلا تحقیق نقل کر دیئے ھیں چنانچہ مقریزی نے بھی اپنی مشہور کتاب الخطط میں جو عبارت عمود السواری کے عنوان سے لکھی اس میں عبداللطیف بغدادی کی عبارت کا ایک حرف بھی کم و بیش نہیں ـ ملاحظہ ھو الخطط (۲۰) ـ چنانچہ عبداللطیف بغدادی کا قول ھی اصل ہے ـ اور اصل عبارت یا قول کا تحقیقی جائزہ لینا ضروری ہے ـ تاھم

عبداللطیف بغدادی کے ایک ہم عصر مسلمان مورخ جمال الدین القفطی نے یحیی النحوی المصری (جسے یورپی مصنفین جان (John) کا نام دیتے ہیں) ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یحی بشپ تثلیث کا سخت مخالف تھا اور ایک بڑا عالم تھا۔ سیدنا عمرو بن عاص سلیم الفطرت اور صحیح الفکر تھے۔

ایک دن یحیی نے عمرو کو کہا کہ آپ نے مصر کے تمام خزائن کو مقفل کر کے معطل بنا دیا ہے میرا ناقص مشورہ یہ ہے کہ جو چیز آپ کے کام کی ہو اس پر تو بے شک پہرے بٹھائیں لیکن باقی ماندہ سے ہمیں فائدہ اٹھانے دیں۔ عمرو نے پوچھا کہ تمہارے فائدے کی کون سی چیز ہے ؟ کہا شاہی کتب خانوں میں فلسفہ و حکمت کی کتابیں پوچھا یہ کتب خانے کیسے جمع ہوئے ؟ کہا اسکندریہ کا ایک بادشاہ بطلیموس فیلاڈلفوس علوم و فنون کا بہت گرویدہ تھا اس نے ایک شخص زمیرہ (ایک نسخے میں ضمیرہ) کو جمع کتب پر لگایا۔ چنانچہ اس شخص نے بڑی تلاش طلب اور زرکثیر صرف کرکے ٥٤١٢٠ کتابیں جمع کیں۔ بادشاہ نے کتابوں پر نگاہ ڈالی تو بہت خوش ہوا اور پوچھنے لگا کہ کیا دنیا میں کوئی ایسی کتاب ہے جس کی نقل یہاں موجود نہ ہو ؟ زمیرہ نے کہا ہزاروں بلکہ لاکھوں سندھ، ہند، ایران، جرجان، بابل، موصل اور روم میں کتابوں کے بڑے بڑے خزانے موجود ہیں جن کے مقابلے میں ہمارے کتب خانے کی کوئی حقیقت نہیں۔ بادشاہ (وسعت علم پر) حیرت زدہ ہو گیا اور کہا کہ تلاش و حصول کتب کا کام ہر قیمت پر جاری رکھو۔ یہ کام اس بادشاہ کی ساری زندگی میں جاری رہا اس کی وفات کے بعد اس کے خلفاء ان کتابوں کی حفاظت کرتے آئے ہیں۔

عمرو بن عاص مصریوں کی علم دوستی پر حیرت زدہ رہ گئے اور یحیی سے کہنے لگے کہ معاملہ اہم ہے اس لئے خلیفہ سے پوچھ کر بتاؤں گا ـ چنانچہ حضرت عمرو نے تمام کہانی حضرت فاروق اعظمؓ کو لکھ کر بھیجی اور پوچھا کہ یحیی کو کیا جواب دوں ؟ اور ان کتابوں کا کیا کروں ؟ امیر المؤمنین نے جواب میں لکھا ـ

,,اگر ان کتابوں کے مضامین کتاب الٰہی (قرآن شریف) کے مطابق ہیں تو ہمیں کتاب اللہ کافی ہے اور ہم ان کتب سے قطعاً مستغنی ہیں اور اگر مخالف ہیں تو ان کی ضرورت نہیں ـ انہیں تباہ کر دو ،، ـ

تعمیل ارشاد میں عمرو بن عاص کتب خانوں کے پیچھے پڑ گئے چھ سال تک اسکندریہ کے حماموں میں یہ کتابیں جلتی رہیں ـ کچھ کتابیں بعض دیگر طریقوں سے تباہ کیں اور اس طرح یہ کتب خانے ختم ہو گئے ،،(٢١) ـ

قبل اس کے کہ ہم عبداللطیف بغدادی اور القفطی کی عبارات کا جائزہ لیں حاجی خلیفہ کی مشہور کتاب ,, کشف الظنون ،، سے اُس اقتباس کا ترجمہ پیش نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں جسے یورپین مصنفین نے دلیل کے طور پر پیش کیا ـ

”اہل عرب شروع اسلام میں تمام علوم کو ماسوائے لغت و احکام شریعت اور طب کے کسی علم کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے ـ صرف یہ علوم بوجہ عام حاجت کے بعض لوگوں کے پاس موجود تھے ـ اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلام کے قواعد اور لوگوں کے عقائد ہنوز مضبوط اور راسخ نہیں تھے اور ڈر تھا کہ قدماء کے علوم سے ان میں خلل نہ پیدا ہو یہاں تک کہ بیان کیا جاتا ہے

که ان لوگوں نے شہروں کی فتوحات میں جو کتابیں پائیں وہ جلا دیں ۔"

حاجی خلیفہ نے بھی بلا حوالہ اور ثبوت عبارت لکھ دی ہے اور جہاں کتب خانوں کے جلانے کا ذکر کیا گیا ہے وہاں لفظ ,, یروی " استعمال کیا ہے جو اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ یہ غیر یقینی بات ہے ہمارے اپنے زمانے میں بے سروپا قصے مشہور ہوتے ہیں اور انہیں بلا دلیل اور تحقیق بیان کر دیا جاتا ہے ۔ اسی طرح مسلمانوں کے کتب خانے جلا دینے کا واقعہ محض سنی سنائی باتوں کے پیش نظر لکھ دیا گیا ہے (۲۲) ۔

اگر ہم حاجی خلیفہ عبداللطیف بغدادی متوفی ۶۲۹ھ اور جمال الدین القفطی متوفی ٦٤٦ ھ / ۱۲۴۸ء کے بیانات پر غور کریں تو مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں ۔

۱ ۔ اس دور میں یہ قصہ کم از کم ایک طبقہ میں مشہور تھا ۔

۲ ۔ ارسطو مصر آیا تھا ۔

۳ ۔ کتب خانہ اسکندریہ مسلمانوں کی فتح کے موقع پر موجود تھا ۔

۴ ۔ مسلمان غیر اسلامی علوم کے دشمن تھے ۔ کتابیں جلا دیتے تھے ۔

۵ ۔ یحیی النحوی (John) حضرت عمرو بن عاصؓ کے دور میں زندہ تھا ۔

اب ہم مذکورہ بالا نکات پر یکے بعد دیگرے بحث کریں گے ۔

۱ ۔ عبداللطیف بغدادی کا لفظ ,, یذکر " (کہا جاتا ہے) کا

استعمال واضح طور پر اظہار کر رہا ہے کہ انہوں نے اس بارے میں تحقیق نہیں کی بلکہ اہل غرض نے مشہور کر رکھا تھا ۔ اس کو قلم بند کر دیا ۔ اگر یہ واقعہ مستند ہوتا تو فتح مصر (۶۴۲ء) اور عبداللطیف بغدادی متوفی ۶۲۹ ھ اور القفطی متوفی ۶۴۶ ھ کے عہد کا درمیانی فاصلہ تقریباً چھ سو سال پر محیط ہے ۔ اس دور میں بڑے بڑے (مورخین) گزرے ہیں ان میں سے ابن عشاق متوفی ۷۶۸ء احمد بن یحیی بلاذری متوفی ۸۹۲ء ابو حنیفہ دیناوری متوفی ۸۹۵ء ، ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۹۲۳ء، علی بن حسین مسعودی بغدادی متوفی ۹۵۶ء علامہ عتبی متوفی ۱۰۳۶ء اور خطیب بغدادی متوفی ۱۰۷۱ء خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ ان مؤرخین میں سے کسی نے بھی کتب خانہ کا ذکر نہیں کیا ۔

یورپ کے نامور محقق اور مؤرخ گبن متوفی ۱۷۹۴ء نے لکھا ہے کہ ,, یہ قصہ بار بار دہرایا گیا ہے لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے میں اس واقع اور اسکے نتائج سے پرزور انکار کرتا ہوں-یہ واقعہ اپنی جگہ ایسا عجیب اور انوکھا ہے (کہ) مورخ خود کہتا ہے ,, پڑھتا جا اور حیران ہوتا جا ،، کیونکہ (اس سلسلہ میں) صرف ایک اجنبی کی رپورٹ ہے جو چھ سو سال بعد لکھی گئی ہے اور اس (فتح مصر) دور کے ہر دو تجزیہ نگار یعنی عیسائی اور مصری مورخین خاموش ہیں ۔ اس لئے یہ قصہ غیر متوازن ہے (اور پھر) قدیم ترین پادری ایلی چس (Eulychius) نے نہ صرف فتح اسکندریہ کا ذکر کیا ہے[۲۳]۔ مسٹر کریل کہتا ہے کہ جہاں تک مجھے یاد ہے یہ واقعہ پہلے پہل عبداللطیف کی تاریخ میں جو اس واقعے کے پانچ سو برس کے بعد پیدا ہوا مذکور ہے[۲۴]۔

۲ ۔ ارسطو کا یونان کی فتح اور بطلیموس کے کتب خانہ قائم کرنے کے موقعہ پر مصر میں آنا خلاف حقیقت ہے ارسطو کبھی مصر نہیں آیا (۲۵) ۔ بقول مولانا شبلی نعمانی ,, ایک مزے کی بات یہ ہے کہ عبداللطیف نے چونکہ بازاری گپوں کا ذکر کیا ہے اس لئے اس جملہ میں جتنے واقعات بیان کئے اتفاق سے سب غلط تھے نہ یہ مقام ارسطو کا رواق تھا نہ ارسطو نے کبھی وهاں درس دیا ،،(۲٦) ۔ جب سکندر تخت نشین هوا اور مختلف ممالک سے برسر پیکار هوا تو ارسطو نے اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور تمام امور سے دامن کش هو کر علوم و معارف کے لئے یکسو هو گیا اور آثینہ چلا گیا وهاں اس نے دار التعلیم قائم کر لیا اور یہی وہ جگہ ہے جس کی طرف فلسفیانہ مثالیں منسوب هیں (۲۷) ۔ دراصل عبداللطیف بغدادی ایک طبیب تھا اس کا فن تاریخ سے کوئی تعلق نہ تھا (۲۸) ۔

۳ ۔ یحیی نحوی یا جان (John) جس کے نام سے القفطی نے جو واقعہ قلم بند کیا ہے ۔ فتح مصر کے وقت زندہ بھی نہیں تھا ۔ یحیی نحوی یا جان مسلمانوں کی فتح سے پہلے موت کی آغوش میں جا چکا تھا (۲۹) ۔ لہذا حضرت عمروؓ کا هم نشیں اور دوست هونا اور حضرت عمروؓ کا اس سے متاثر هونا فرضی اور بے بنیاد کہانی ہے ۔

۴ ۔ کیا کتب خانہ مسلمانوں کی فتح مصر کے وقت موجود تھا ؟ گزشتہ اوراق میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ یہ کتب خانہ ۳۹۱ء میں مکمل طور پر عیسائیوں کے هاتھوں تباہ هو گیا تھا اور اس کا نام و نشان باقی نہ تھا ۔ یہی وجہ ہے کہ جارج سارٹن جیسا مشہور سکالر یہ لکھنے پر مجبور هو گیا کہ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ کتب خانہ

اسکندریہ مسلمانوں نے جلایا تھا یہ ثابت کرنا ہوگا کہ یہ کتب خانہ (مسلمانوں کی فتح مصر کے وقت) ساتویں صدی عیسوی میں موجود تھا ۔ (اور یہ ثابت کرنا) واقعی مشکوک ہے (۳۰) ۔

۵ ۔ پانچواں نکتہ یہ تھا کہ مسلمان غیر اقوام کے علوم کے دشمن تھے اور فتح کے موقعہ پر غیر اقوام کے کتب خانے نذر آتش کر دیتے تھے۔

یہ الزام بھی بودا اور کمزور ہے ۔ کیونکہ پیغمبر اسلام علیہ تحیۃ والسلام کی ذات گرامی نے" الحکمۃ ضالہ المومن اینما وجدھا فھو احق بھا"کا حکم دے کر امت مسلمہ کے لئے حصول کے علم کے دائرے کو وسیع تر کر دیا ۔ حضرت عبداللہ بن سلام متوفی ۴۳ھ ، جو قبول اسلام سے قبل ایک بہت بڑے یہودی عالم تھے ، کے صاحبزادے یوسف کا بیان ہے کہ ,, ایک دفعہ ابا جان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں نے قرآن بھی پڑھا اور تورات بھی پڑھی ۔ آپ نے فرمایا ۔ ایک رات قرآن حکیم کی تلاوت کیا کرو اور دوسری رات تورات کا مطالعہ کیا کرو ،،(۳۱) اسی طرح نامور صحابی حضرت ابو ہریرہؓ کے بارے میں ایک دوسرے جلیل القدر صحابی حضرت کعبؓ کا بیان ہے کہ میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس نے تورات نہ پڑھی ہو اور ابو ہریرہؓ سے زیادہ علم رکھتا ہو (۳۲) ۔

ان دو واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ اور صحابہ کرامؓ غیر اقوام کے علوم کو برا نہ سمجھتے تھے بلکہ اسے مومن کی گم شدہ میراث سمجھ کر حاصل کرتے تھے ۔

جہاں غیر اقوام کی کتابوں کو نذرآتش کرنے کا تعلق ہے ہمیں جلیل القدر صحابہ اور تابعین کی زندگیوں میں ایسی مثالیں ملتی ہیں

جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ان کتابوں سے بھرپور استفادہ کرتے تھے۔ خود فاتح مصر سیدنا عمرو بن عاص کے صاحبزادے حضرت عبداللہ جو خود بھی جلیل القدر صحابی تھے ، کو مصر میں اہل کتاب کا ایک وسیع کتب خانہ ملا۔ تو آپ نے ان (کتب) کا گہری نظر سے مطالعہ کیا اور بڑی بڑی نادر معلومات فراہم کیں (۳۳)۔ غور طلب یہ ہے کہ یحییٰ نحوی کے مطالعہ کتب کے موقعہ پر تو فاتح مصر حضرت عمرو بن عاصؓ نے خلیفہ وقت فاروق اعظمؓ سے مشورہ لینا ضروری سمجھا اور بقول معترضین کتب خانہ اسکندریہ کی کتابوں کو جلانے کا حکم ملا۔ لیکن انہیں عمرو بن عاصؓ نے اپنے لخت جگر کو ان ممنوعہ علوم سے تحصیل کی اجازت دے دی اور اپنے بیٹے کے بارے میں سیدنا عمرؓ سے رائے لینا پسند نہ کیا اور نہ ھی سابقہ احکامات کی پرواہ کی۔ کیا یہی ایک واقعہ ثابت نہیں کر دیتا کہ اسکندریہ کے کتب خانے کو جلانے کا الزام مسلمانوں پر بہتان عظیم ہے۔

متأخرین نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کی روایت کو زندہ رکھا چنانچہ مشہور حافظ حدیث امام وھب بن منبہ متوفی ۱۱۴ھ کے تذکرہ میں امام الذھبی نے لکھا کہ ان کے پاس اہل کتاب کے علم کا ایک وسیع ذخیرہ تھا۔ انہوں نے زیادہ تر توجہ اسی طرف مبذول رکھی اور بڑی حد تک کامیاب رہے (۳۴)۔

پھر عراق و شام، ایشیائے کوچک کے کچھ علاقوں کے علاوہ ایران فتح ہوا جہاں نوشیروان کے شاہی کتب خانے کے علاوہ ہزاروں کتب خانے تھے تو ان تمام کتب خانوں کو کیوں نہ جلوا دیا گیا۔ کیا

صرف کتب خانہ اسکندریہ ھی سے خاص دشمنی تھی جو اسے نذر آتش کیا گیا ۔

یہ تمام شواھد ظاھر کرتے ھیں کہ عیسائیوں نے خود کتب خانہ اسکندریہ تباہ کیا اور اس کا الزام مسلمانوں پر عائد کیا ۔

حوالہ جات

۱ ۔ اڈولف ھولم ، تاریخ یونان مترجم محمد ھارون خان شروانی ، حیدر آباد دکن ، مطبع عثمانیہ ، ۱۹۳۱ء ج سوم ، ص ۳۵۹

۲ ۔ Elmer D. Johnson. op. cit., p.

۳ ۔ جمال الدین ابو الحسن علی بن یوسف القفطی تاریخ الحکما ، حکمائے عالم مترجم غلام جیلانی برق ، لاھور ، شیخ غلام علی اینڈ سنز ، ۱۹۶۰ء ، ص ۳۵۹

۴ ۔ Sidney L. Jackson op., cit., p. 10

۵ ۔ Leslie W. Dunlap. op. cit., p. 21.

٦ ۔ انیس خورشید ، ,, عھد قدیم کے کتب خانے ،، الزبیر بھاولپور اردو اکادمی ، ۱۹۷۹ء (کتب خانہ نمبر ۱۱۱) ص ۲۰

۷ ۔ Leslie W. Dunlap. op., cit. p. 21

۸ ۔ انیس خورشید ، ,, عھد قدیم میں کتب خانوں کی تاریخ ،، الزبیر بھاولپور اردو اکادمی ، ۱۹۳۷ء (کتب خانہ نمبر ۱۱) ص ۲۰

۹ ۔ Alice Damon Rider op., cit., p. 49.

۱۰ ۔ Sidney L. Johnson. Op., Cit. P. 14-15.

۱۱ ۔ Suend Dahl. History of the Book. Mctuchen N.J.: The Scarecrow Press, 1968 p. 19-20.

۱۲ Riderop., Cit., p. 49.

۱۳ ۔ L.W. Dunlap op., cit., p. 23

۱۴ ۔ L.W. Dunlap. op;, cit; p. 23.

۱۵ ۔ Sindney L. Jackson. op. cit, p. 27.

۱٦ ۔ Alice Damon Rider op. cit; p. 50.

۱۷ - Sidney L Jackson. op; cit; p. 17 & Michael H. Harries History of Libraries in the Western World. Metuchen, N.J. The Scarecrow Press, 1984. p. 42 & Suend Dahl. History of the book. Metuchen, N.J. The Scarecrow press, 1968. p. 23

۱۸ - شبلی نعمانی ،، کتب خانہ اسکندریہ ،، مقالات شبلی ـ اعظم گڑھ مطبع معارف ، ۱۹۵۱ء ج ٦ ، ص ۱۱۵

۱۹ - مرتضی مظہری شہید ـ ایران و مصر میں کتب سوزی (مسلمانوں پر عائد ایک تاریخی الزام کا جائزہ) مقدمہ و ترجمہ و حواشی سید عارف نوشاہی ـ راولپنڈی ، مرکز تحقیقات ایران و پاکستان ، ۱۹۸۱ء ، ص ٥٦

۲۰ - جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف القفطی ـ تاریخ الحکما حواشی ڈاکٹر غلام جیلانی برق لاہور ، شیخ غلام علی اینڈ سنز ، ۱۹٦۰ء ، ص ۳٦۰

۲۱ - جمال الدین ابو الحسن علی بن یوسف القفطی ، محولا بالا، ص ۳۵۸ ـ ۳٦۱

۲۲ - مصطفی بن عبداللہ الشہیر بحاجی خلیفہ ـ کشف الظنون عن اسماء الکتب والفنون، استنبول، معارف مطبع، ۱۹۴۱ء ، ص ۳۳ .

۲۳ - Gibbon. The Decline and fall of the Roman Empire Dent; London: Everyman's Library, 1969. Vol. V. P. 346.

۲۴ - شبلی نعمانی ، محولا بالا ، ص ۱۲۳

۲۵ - القفطی ، محولہ بالا حواشی ، ص ۳٦۱

۲٦ - شبلی نعمانی ، محولہ بالا ، ص ۱۲۹

۲۷ - محمد بن اسحاق ندیم ، الفہرست ، مترجم و محشی محمد اسحاق بھٹی ، لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، ۱۹ ٦۹ ، ص ۵۸۱

۲۸ - ابن ابی اصیبعہ ، عیون الأنباء فی طبقات الاطباء ـ بیروت ، دارالفکر ، ۱۹۵۷ء ، ج ۳ ، ص ۳۳۰ ـ ۳۵۰

۲۹ - Leslie W. Dunlap op., cit., p. 25.

۳۰ - Jorge Sarton op., cit., vol I p. 464.

۳۱ - ابو عبداللہ شمس الدولہ محمد الذہبی ، تذکرۃ الحفاظ ، مترجم محمد اسحاق ، لاہور اسلامک پبلشنگ ہاؤس ، ۱۹۸۱ء ، ج ۱ ، ص ۳۴ ، ۳۵

۳۲ - ایضاً ، ص ۵۰

۳۳ - الذہبی ، محولہ بالا ، ج ۱ ، ص ۵۳

۳۴ - ایضاً